خواتین کی ملازمت

شریعت اسلامی کی روشنی میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالد سیف اللہ رحمانی

خواتین کی ملازمت
شریعت اسلامی کی روشنی میں

پس منظر

خواتین کی ملازمت کا مسئلہ اس دور میں بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے اور اس کو خصوصی اہمیت موجودہ مغربی معاشرہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام کی بنیاد خود غرضی اور لذت پرستی پر ہے اور یہی دونوں محرکات خواتینِ خانہ کو گھر سے باہر لانے کے پیچھے کارفرما ہیں، خود غرضی یہ ہے کہ مغربی معاشرہ میں عورتوں کا معاشی بوجھ مرد برداشت کرنا نہیں چاہتے، یہاں تک کہ جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہو جاتی ہے، تو والدین خود اس سے تقاضا کرنے لگتے ہیں کہ وہ باہر نکلے، ملازمت کرے اور خود اپنا بوجھ اٹھائے، دوسرے: مردوں کی ہوسنا کی طلب گار ہوتی ہے کہ ہر دفتر اور دکان میں کوئی خوش رو عورت اس کا استقبال کرے، یہ وہ محرکات ہیں، جس نے یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد بڑے پیمانے پر عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کا راستہ دکھایا، یہاں تک کہ اس معاشرہ کو حقیر سمجھا جانے لگا، جس میں عورتیں ''شمع محفل'' بننے کی بجائے ''چراغ خانہ'' بن کر رہتی تھیں۔

فوائد ونقصانات

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے سے فائدہ تو صرف اتنا ہوا کہ بعض خاندانوں کے معاشی حالات بہتر ہوگئے، سماج کے بگڑے ہوئے لوگ جو خواتین کو بالکل مجبور و بے بس سمجھ کر اپنے مظالم کا نشانہ بناتے تھے اور عورتیں ہر طرح کی زیادتی کے باوجود خاموش رہنے پر مجبور تھیں، ان سے کچھ خواتین کو آزادی حاصل ہوئی؛ لیکن سماج کو اور خود خواتین کو اس سے جو نقصان ہوا، وہ ان محدود فوائد سے کہیں بڑھ کر ہے، ان میں سے کچھ اہم باتوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱- انسان کے لئے خاندانی نظام بہت بڑی ضرورت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی رحمت بھی، خاندانی نظام مشکل حالات میں اس کی مدد کرتا ہے، تکلیف ہو تو زخم کا مرہم بنتا ہے، خوشی کا موقع ہو تو خاندان کی شرکت اسے دوبالا کر دیتی ہے، یہ اس کے لئے تحفظ کا حصار بھی ہے، خاندان کی بنیاد نکاح کے رشتہ پر ہے؛ کیوں کہ نکاح ہی کے ذریعہ مختلف رشتے وجود میں آتے ہیں اور ان ہی رشتوں کے مجموعہ کا نام ''خاندان'' ہے، —— رشتۂ نکاح میں جتنا استحکام رہے گا، خاندانی نظام اسی قدر مضبوط ہوگا، نکاح کے استحکام کا ایک اہم سبب باہمی احتیاج وضرورت مندی بھی ہے، شوہر اپنے بچوں کی پرورش کے لئے بیوی کا محتاج ہوتا ہے اور بیوی اپنی معاشی ضروریات کے لئے شوہر کی محتاج ہے، اسی احتیاج کی وجہ سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور انسان کڑواہٹوں پر بھی ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے، جب عورت خود کسب معاش کے میدان میں اتر جاتی ہے، تو وہ اپنی ضروریات کے لئے شوہر کی محتاج نہیں رہتی؛ اس لئے شوہر کی طرف سے خلافِ مزاج باتوں کو انگیز کر لینے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے اور رشتۂ نکاح میں دڑار آنے لگتی ہے؛ چنانچہ کام کرنے والی خواتین کی ازدواجی زندگی میں طلاق کے واقعات دوسرے

خاندانوں کے نسبت سے کہیں زیادہ پایا جاتا ہے؛ چنانچہ ایک سروے کے مطابق عورت کے کام کرنے کی وجہ سے مغربی ممالک میں بارہ ملین طلاق کے واقعات پیش آئے ہیں۔

۲- نکاح کا ایک اہم مقصد باہمی سکون اور دل کا قرار ہے، جب بیوی ملازمت کے لئے باہر نکلتی ہے، تو بہت سی دفعہ شوہر اس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ چیز اسے بے سکون کر دیتی ہے، عورت کے لئے بھی یہ بات ممکن نہیں ہوتی کہ وہ اپنے شوہر کی طرح کام کر کے تھک ہار کر مکان آئے اور پھر یہاں شوہر کے لئے فرحت وانبساط کا ساماں بہم پہونچائے کہ

افسردہ کند افسردہ انجمنے را

اس طرح نکاح کا حقیقی مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

۳- کسبِ معاش کی یہ مہم بعض خواتین ابتداء میں ایک شوق کے طور پر اختیار کرتی ہیں، مگر یہ بہ تدریج ان کے لئے ایک فریضہ بن جاتا ہے، اب انہیں بچوں کی پرورش بھی کرنی پڑتی ہے، کچھ نہ کچھ امورِ خانہ داری کو بھی انجام دینا ہوتا ہے، حمل اور ولادت کی مشقت بھی انہیں اٹھانی ہے، حیض ونفاس کی فطری تکلیفیں بھی ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، اس طرح انہیں اپنے فطری فرائض بھی انجام دینے پڑتے ہیں، اور جو ذمہ داری مردوں کو تھی، اسے بھی اختیار کرنا ہوتا ہے، یہ دوہری ذمہ داری یقیناً عورتوں کے لئے بوجھ ہے؛ اسی لئے بعض سروے رپورٹوں کے مطابق مغربی ملکوں میں اکثر خواتین گرہست خانون کی حیثیت سے زندگی گذارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔

۴- اس کا سب سے بڑا نقصان بچوں کو پہونچتا ہے، وہ ماں کی ممتا سے محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً جو ماں صبح سویرے دفتر کے لئے نکلے اور شام یا رات میں واپس آئے، وہ کس طرح اپنے بچوں کو ماں کا پیار دے سکتی ہے؟ اسی لئے مغربی ملکوں میں چھوٹے بچوں

کے لئے پرورش گاہیں قائم ہوئیں،اوراس نے ایک کاروبار کی صورت اختیار کرلی۔

کام کا بوجھ انسان کی طبیعت میں چڑ چڑا پن اور جھلاہٹ بھی پیدا کردیتا ہے اور یہ چیز بعض اوقات انسان کو غیر معتدل بنادیتی ہے؛ اس لئے مغربی ملکوں میں ماں کے ہاتھوں چھوٹے بچوں پر زیادتی کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں ؛ چنانچہ امریکہ میں صرف ایک سال میں پانچ ہزار چھ سو بچے ماں کے زدوکوب کرنے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کئے جاچکے ہیں۔

۵- اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خواتین کی ملازمت اخلاقی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے، مخلوط ماحول میں مردوں اور عورتوں کی ملازمت اخلاقی بے راہ روی کو جنم دیتی ہے اور خاص طور پر عورتوں کے جنسی استحصال کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں، یہ بات نہ صرف مغربی ممالک میں پیش آتی ہے، بلکہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ابھی خواتین کی ملازمت کرنے کا تناسب مغربی ملکوں کے مقابلہ بہت کم ہے، وہاں بھی ایسے واقعات کی کثرت ہے اور جو لوگ اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے یہ کوئی قابلِ تعجب امر نہیں۔

۶- اس کا گہرا اثر خواتین کی صحت پر بھی پڑتا ہے؛ کیوں کہ اندرونِ خانہ اور بیرونِ خانہ کی دہری ذمہ داریاں اور فطری عوارض عورت کی صحت پر گہرے منفی اثرات ڈالتے ہیں ؛ اسی لئے مختلف سروے کے مطابق مغربی ملکوں میں دردکُش اور تناؤ کو دور کرنے والی دواؤں کے استعمال کا تناسب کام کرنے والی عورتوں میں بہ مقابلہ مردوں کے 67% زیادہ ہے۔

۷- خواتین کے کسبِ معاش کے میدان میں آنے کا ایک اثر شرح پیدائش پر بھی پڑتا ہے اور امریکہ نیز دوسرے مغربی ممالک —— جو اس وقت گھٹتی ہوئی شرحِ پیدائش کے سلسلہ میں پریشان ہیں —— اس کا ایک سبب یہ بھی ہے؛ کیوں کہ ملازمت پیشہ

خواتین ایک تو شادی ہی میں تاخیر کرتی ہیں اور شادی کے بعد بھی دیر سے ماں بننا چاہتی ہیں اور فطری نظام یہ ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عورت میں ماں بننے کی صلاحیت کم ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ چالیس سال کے بعد عورت کے حاملہ ہونے کا امکان دس فیصد ہی باقی رہ جاتا ہے؛ چنانچہ امریکہ میں بانجھ عورتوں کا تناسب تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ، یورپ، کناڈا اور جاپان جیسے ممالک — جہاں خواتین کی آزادی کے نام پر انہیں پوری طرح گھر سے باہر لے آیا گیا ہے —کی عورتوں پر اس نعرہ کا فریب واضح ہو چکا ہے اور ایک اندازہ کے مطابق ان ملکوں میں کام کرنے والی 87% خواتین گھر سے باہر نکل کر کسبِ معاش کرنے کے مقابلہ اس بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ وہ شمع خانہ بن کر رہیں اور امورِ خانہ کو انجام دینے پر اکتفاء کریں (۱)۔

اسلام کی اصولی رائے

مردوں اور عورتوں کے بارے میں اسلام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ انہیں تقسیم کار کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے، باہر کی تگ ودو اور دوڑ دھوپ مردوں کے ذمہ ہے؛ اسی لئے ان پر کسبِ معاش کو فرض قرار دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’**طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة** ‘‘(۲) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ **فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ** ﴾(۳) اسی طرح جہاد اور لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داری

---

(۱) اس میں مذکور اعداد و شمار ڈاکٹر فؤاد بن عبدالکریم کے مقالہ ’’عمل المرأة — روية شرعية‘‘ سے لیا گیا ہے، جسے www.saaid.net پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) السنن الکبری للبیهقي ، کتاب الإجارة ، باب کسب الرجل وعمله بیدیه ، حدیث نمبر: ۱۱۶۷۵، شعب الإیمان للبیهقي ، حدیث نمبر: ۸۷۴۱

(۳) الجمعه : ۱۰

مردوں پر رکھی گئی ہے، عورتوں پر نہیں، مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو واجب قرار دیا گیا، عورتوں پر جماعت واجب قرار نہیں دی گئی، عورتوں سے فرمایا گیا کہ وہ گھر کی ملکہ ہیں ''المرأة راعية على بيت بعلها ''(۱) اس لئے ان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز گھر کو بنانا چاہئے: ﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى ﴾۔(۲)

یہ تقسیمِ کاریوں تو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے فائدہ مند ہے؛ کیوں کہ جب بیوی گھر میں ہو، تو شوہر امور خانہ داری کی طرف سے مطمئن ہوتا ہے اور بیوی کو اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے کوئی تگ ودو نہیں کرنی پڑتی؛ بلکہ شوہر محنت مزدوری کر کے اپنی ساری کمائی بیوی کے قدموں میں ڈال دیتا ہے؛ لیکن عورتوں کے لئے یہ زیادہ مفید ہے؛ کیوں کہ جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں، انہیں بہ یک وقت دونوں ذمہ داریاں انجام دینی پڑتی ہیں، اندرون خانہ کی بھی اور بیرونِ خانہ کی بھی، یہ عورتوں کے ساتھ یقیناً کھلی ہوئی زیادتی ہے، تقسیم کار کا نظام عورت کو اس سے نجات دیتا ہے۔

مردانہ اور زنانہ حقوق وفرائض کی یہ تقسیم نہ صرف اسلام کا مزاج ہے؛ بلکہ یہی پورے خطۂ مشرق کی روایت رہی ہے اور یہ ایک فطری اور متوازن نظام ہے، جو مرد وعورت دونوں کے لئے راحت وسکون کا باعث ہے:

خواتین اور کسب معاش

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام عورتوں کے لئے کسبِ معاش کو یا کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کو مطلقاً شجر ممنوعہ قرار دیتا ہو؛ بلکہ قرآن وحدیث اور اس سے مستنبط

(۱) صحيح البخاري، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق وقوله عبدي وأمتي، حدیث نمبر: ۲۴۱۶

(۲) الأحزاب: ۳۳

فقہاء کے اجتہادات میں ہمیں خواتین کے لئے ملازمت کسب معاش کی شرعی حدود وقیود کی رعایت کے ساتھ اجازت بھی ملتی ہے:

☆ قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دوصاحبزادیوں سے متعلق ایک واقعہ کا ذکران الفاظ میں آیا ہے:

﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَاء مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاء وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴾(۱)

''اور مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھی، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی اپنے گھر کے پانی کی ضرورت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اور خود پانی بھر کر لایا کرتی تھیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''کان آدم علیہ السلام حراثا ... وحواء تغزل الشعر فتحوله بیدها، فتکسو أنفسها وولدها'' (۲)

''اپنے ہاتھ سے کاتتی تھی اور اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو پہنایا کرتی تھی''

---

(۱) القصص :۲۳

(۲) کتاب الکسب، للإمام محمدؒ:۷۶

امام محمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ

" وعیسیٰ علیہ السلام کان یأکل من غزل أمه " (۱)

''حضرت عیسی علیہ السلام اپنی ماں کے کاتتے ہوئے دھاگے سے کھایا کرتے تھے''

☆ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض اوقات خواتین فوجی خدمات میں حصہ لیا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

" کنا نغزو مع النبی ﷺ فنسقی القوم ونخدمهم ونرد القتلی والجرحی المدینة " (۲)

''ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہتے تھے، قوم کو پانی پلاتے تھے، اوران کی خدمت کرتے تھے، نیز مقتولوں اور زخمیوں کو مدینہ لے جاتے تھے''

☆ اسی طرح حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

" غزوت مع رسول الله ﷺ سبع غزوات ، أخلفهم فی رحالهم ، فأصنع لهم الطعام وأداوی الجرحیٰ وأقوم علی المرضی " (۳)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی ہے،

---

(۱) کتاب الکسب :ص:۷٦

(۲) بخاری، حدیث نمبر:۲۸۸۳، نیز دیکھئے: حدیث نمبر:۲۸۸۲

(۳) مسلم ، کتاب الجهاد والسیر، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم ، والنهی عن قتل صبیان أهل الحرب ،حدیث نمبر:۴٦۹۰

میں اپنے کجاذوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی، ان کے لئے کھانے بناتی تھی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی"

☆ عہد نبوی میں خواتین کا زراعتی کاموں میں شرکت کرنا بھی ثابت ہے؛ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" أن النبي ﷺ دخل على أم مبشر الأنصارية فى نخل لها ، ... فقال : لا يغرس مسلم غرسا ، ولا يزرع زرعا ، فيأكل منه إنسان ولا دابة ولا شيئ إلا كانت له صدقة " (۱)

"رسول اللہ ﷺ حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ان کے کھجور کے باغ میں تشریف لے گئے ...آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگاتا ہے، یا کھیتی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی انسان چوپایہ یا کوئی اور چیز کھائے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے"

☆ کسبِ معاش کا ایک طریق جانوروں کی پرورش ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عام طور پر خواتین اس میں مردوں کا تعاون کرتی تھیں اور بعض اوقات مویشی چرانے کا بھی کام کرتی تھیں؛ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

" أن جارية لكعب بن مالك رضی اللہ عنہ كانت ترعي غنما بسلع فأصيبت شاة منها فأدركتها ، فذبحتها بحجر ، فسئل النبي ﷺ ، فقال : كلوها " (۲)

(۱) مسلم، کتاب المساقاۃ ، باب فضل الغرس والزرع ،حدیث نمبر:۳۹۶۹

(۲) صحیح البخاری ، کتاب الذبائح والصید ، باب ذبیحۃ المرأۃ والأمۃ ،حدیث نمبر: ۵۵۰۵

’’حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی باندی (سلع نامی مکان پر) بکریاں چرایا کرتی تھی، ان میں سے ایک بکری جانور کا شکار بن گئی انہوں نے اسے زندہ حالت میں پالیا، چنانچہ پتھر کی مدد سے اسے ذبح کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے کھاؤ‘‘

☆ کسبِ معاش کا ایک اہم ذریعہ تجارت ہے، قرن اول میں خواتین کے تجارت کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے:

”عن الربيع بنت معوذ قالت : دخلت فی نسوة من الأنصار على أسماء بنت مخرمة أم أبی جهل فی خلافة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وكان ابنها عياش بن عبد الله بن أبی ربيعة يبعث إليها من اليمن بعطر ، فكانت تبيعه“ (۱)

’’حضرت ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ میں کچھ انصاری خواتین کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابوجہل کی ماں اسماء بنت مخرمہ کے پاس گئی ان کے بیٹے عیاش ابن عبداللہ بن ابی ربیع ان کے پاس یمن سے عطر بھیجا کرتے تھے اور وہ اسے فروخت کیا کرتی تھی‘‘

☆ حدیثوں میں کثرت سے تعلیم وتربیت کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے؛ اس لئے جیسے مرد فریضۂ تدریس انجام دے سکتے ہیں، اسی طرح شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ عورتیں بھی اس فریضہ کو انجام دے سکتی ہیں؛ چنانچہ ہر عہد میں فاضل محدثات وفقیہات تدریس کی خدمت انجام دیتی

---

(۱) موسوعة حياة الصحابيات لمحمد بن سعيد مبيض :۱/۵۱

رہی ہیں، حدیث کا فیض جن سات حضرات کے ذریعہ سب سے زیادہ لوگوں تک پہونچا ہے، ان میں ایک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، اسی طرح فتویٰ دینے کی خدمت خواتین بھی انجام دے سکتی ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے سب سے زیادہ فتوی دینے والے صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا، درمیانی درجہ میں فتوی دینے والی خواتین میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور کم تعداد میں فتاوی دینے والی عورتوں میں انیس صحابیات رضی اللہ عنہن کا ذکر کیا ہے؛ بلکہ فقہاء احناف کے نزدیک تو حدود وقصاص کے علاوہ دوسرے مقدمات میں عورتیں قاضی بھی بن سکتی ہیں۔(۱)

ایک زمانہ میں یہ ساری خدمتیں بلا معاوضہ انجام دی جاتی تھیں؛ کیوں کہ خادمین دین کے لئے مسلمان حکومت کی جانب سے شایانِ شان وظائف مقرر ہوتے تھے اور عام مسلمان بھی ان کے قدر شناس تھے، بعد کو جب حالات بدل گئے، تو تعلیم قرآن اور افتاء وقضاء وغیرہ پر اجرت لینے کا جائز ہونا تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہوگیا، پس جب عورتیں ان خدمات کو شرعاً انجام دینے کی اہل ہیں، تو ان کے لئے بھی یقیناً اجرت لے کر ان کاموں کو انجام دینا درست ہوگا۔

☆ کسبِ معاش کا ایک ذریعہ صنعت اور دستکاری بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض خواتین اس ذریعۂ معاش کو بھی استعمال کیا کرتی تھیں، ایسی ہی خواتین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینت رضی اللہ عنہا تھیں:

"... قالت : يارسول الله ﷺ ! إني امرأة ذات صنعة أبيع منها وليس لي ولا لولدي ولا لزوجي نفقة غيرها ، وقد شغلوني عن الصدقة فما أستطيع أن أتصدق بشيء ، فهل لي من أجر فيما أنفقت ؟ قال : فقال لها رسول

(۱) روضة القضاة وطريق النجاة لأبي القاسم السمناني :١/٥٣، ط:دار الفرقان ، رد المحتار :٨/١٤٢، ط:مكتبة زكريا

اللّٰہ ﷺ : أنفقي عليهم ، فإن لک فی ذلک أجر ما نفقت عليهم “ (۱)

”انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک کاری گری سے واقف عورت ہوں ، میں اس میں سے فروخت کرتی ہوں ، میرے میرے بچے اور میرے شوہر کے لئے اخراجات کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے ، ان مصارف کی وجہ سے میں کچھ صدقہ نہیں کر پاتی ،تو کیا میرے لئے ان پر خرچ کرنے میں کوئی اجر ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرتی رہو،تمہارے لئے اس میں تمہارے خرچ کرنے کا اجر ہے“

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو عورتوں کو ایسے کاموں کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:”**خير لهو المؤمن السباحة وخير لهو المرأة المغزل** “(۲)”مؤمن مرد کے لئے فارغ وقت کا بہترین مشغلہ تیراکی ہے اور عورت کے لئے چرخہ کاتنا“ آج کل دستکاری کا میدان بہت وسیع ہوگیا ہے، اس میں سلائی کڑھائی سے لے کر ڈرافٹنگ، ڈیزائننگ، کمپوزنگ اور مختلف چیزیں شامل ہوگئی ہیں۔

غرض کہ جو کام مردوں کے لئے جائز ہے، اگر قرآن وحدیث میں عورتوں کو ان سے منع نہ کیا گیا ہو، تو عورتوں کے لئے شرعی حدود وقیود کے ساتھ انہیں انجام دینا جائز ہے؛ اسی لئے فقہاء نے اکثر معاملات جیسے : خرید وفروخت ، اجارہ ، وکالت ، مزارعت (بٹائی پر کاشت کاری) وغیرہ کے لئے مرد ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے، یہ گویا اس بات کی صراحت ہے کہ عورتیں بھی ان کاموں کو کرسکتی ہیں۔

---

(۱) **مسند أحمد**، حدیث نمبر: ۱۶۱۳۰، **صحيح ابن حبان** ، حدیث نمبر: ۴۲۴۷

(۲) **كنز العمال** ، حدیث نمبر: ۴۰۶۱۱، ۴۵۱۶۴

کسبِ معاش کی دو بالواسطہ صورتیں بھی ہیں: ایک مضاربت، اور دوسرے: شرکت، مضاربت یا شرکت کے لئے بھی فریقین یا ان میں سے ایک کا مرد ہونا ضروری نہیں، گویا عورتیں بھی اس طریقہ پر نفع حاصل کرسکتی ہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال مضاربت پر حاصل کیا تھا۔

یہ انسانی ضرورت کا تقاضا بھی ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورت کے لئے کسبِ معاش مجبوری بن جاتی ہے، ایک ایسی مطلقہ یا بیوہ عورت، جس کو لڑکا نہ ہو یا ہو اور کسبِ معاش کے لائق نہ ہو، ایک ایسی عورت جس کا شوہر معذور ہو گیا ہو اور وہ کمانے سے قاصر ہو، ایک ایسی عورت جس کا شوہر بے روزگار ہو اور باوجود کوشش کے روزگار نہیں ملتا ہو اور ایک ایسی عورت جس کے بچے زیادہ ہوں، شوہر کی آمدنی کم ہو اور شوہر چاہتا ہو کہ بیوی اس کی مدد کرے، اس کے لئے یقیناً کسبِ معاش ایک ضرورت کا درجہ رکھتی ہے، وہ نہ صرف اس کے پیٹ کی آگ بجھاتی ہے، اس کے بال بچوں کے پرورش کا ذریعہ بنتی ہے؛ بلکہ اس کے لئے عفت و عصمت کی حفاظت کا بھی سامان ہے۔

بعض دفعہ عورتوں کی ملازمت صرف ملازمت کرنے والی خواتین ہی کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی ملازمت کرنا معاشرہ کی اجتماعی ضرورت کا درجہ رکھتا ہے، جیسے: میڈیکل خدمات، خواتین کثرت سے ایسی بیماریوں سے دوچار ہوتی ہیں، جن میں بے ستری کی نوبت آتی ہے، ایک عورت کا دوسری عورت کے سامنے ضرورتاً بے ستر ہونا یقیناً کسی مرد کے سامنے بے ستر ہونے سے بہتر ہے، اسی طرح تعلیم کے دوسرے شعبوں میں بھی خواتین کی ضرورت ہے؛ تاکہ معلمات کے ذریعہ لڑکیوں کی تعلیم انجام پائے، کبھی اپنے یتیم بچوں، بوڑھے ماں باپ اور بے سہارا بھائیوں اور بہنوں کی پرورش بھی اس کے متعلق ہو جاتی ہے۔

غرض کہ عورت کا کسبِ معاش کرنا اور اس کا معاش کے لئے شرعی حدود و قیود کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہیں ہے، اور شریعت اس کو مطلقاً منع نہیں

کرتی ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ شریعت نے عورتوں کے خصوصی حالات کے تحت جو شرائط اور حدود مقرر کی ہیں، ان کا پورا پورا لحاظ کیا جائے۔

خواتین کی ملازمت کے لئے شرائط وحدود

خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ اس کی ملازمت کے جائز ہونے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟—— اگر غور کیا جائے تو بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں تین باتیں اہم ہیں:

۱) پردہ کے احکام کی رعایت۔

۲) اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب۔

۳) ولی وسرپرست کی اجازت۔

اِنہیں تینوں نکات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے:

ستر

ستر کے سلسلہ میں قدیم زمانہ سے فقہاء کے درمیان اس بات پر تو اتفاق ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ عورت کا پورا جسم قابلِ ستر ہے؛ لیکن چہرے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، فقہاء احناف اور بہت سے دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چہرہ اصلاً پردہ میں داخل نہیں، ان حضرات کی دلیل اس طرح ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (۱)

---

(۱) النور: ۳۰-۳۱

’’آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی
شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات
ہے، بے شک اللہ کو ان سب کی خبر ہے، جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں،
اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور
اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں...‘‘

اس آیت سے استدلال اس طور پر ہے کہ ’’غضِ بصر‘‘ کا حکم اسی وقت دیا جا سکتا ہے، جب چہرہ دیکھے جانے کی حالت میں ہو، ورنہ اس کا کوئی معنی نہیں؛ چنانچہ عورتوں کو بھی ’’غضِ بصر‘‘ کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مرد کا چہرہ کھلا ہوتا ہے اور وہ دیکھے جانے کی حالت میں ہوتا ہے۔

☆ **’’عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل‘‘ (۱)**

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
جب تم میں سے کوئی شخص عورت کو نکاح کا پیغام دے، تو اگر وہ اس
چیز کو دیکھ سکے جو اس کے لئے اس عورت سے نکاح کا باعث ہوا ہے،
تو اسے ایسا کرنا چاہئے‘‘

اس مضمون کی متعدد روایتیں حدیث میں منقول ہیں، اس میں مخطوبہ کو دیکھنے کی تلقین کی گئی ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ بلا اطلاع دیکھ لینا افضل ہے؛ تا کہ اگر رشتہ منظور نہ ہو تو لڑکی کے لئے اذیت کا باعث نہ ہو، احادیث سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے، ظاہر ہے کہ اسی وقت ممکن

---

(۱) سنن أبي داؤد ، كتاب النكاح ، باب في الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها ، حدیث نمبر: ۲۰۸۲

ہے جب کہ،عورت کا چہرہ کھلا ہوا ہو؛ چنانچہ معروف شافعی فقیہ ابو اسحاق شیرازیؒ فرماتے ہیں:

" وإذا أراد نكاح امرأة فله أن ينظر وجهها وكفيها ولا ينظر إلى ما سوى وجهها وكفيها ؛ لأنه عورة " (١)

" جب کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو، تو اس کا چہرہ اور اس کی ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے؛ البتہ ہتھیلیوں اور چہرہ کے سوا نہ دیکھے؛ اس لئے کہ وہ حصہ ستر میں داخل ہے"

علامہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں:

" ولا خلاف بين أهل العلم في إباحة النظر إلى وجهها ـــ أي وجه المخطوبة ـــ وذلک ؛ لأنه ليس بعورة وهو مجمع المحاسن وموضع النظر " (٢)

" اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس کو پیغام دیا گیا ہو، اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور یہ اس لئے کہ چہرہ حصۂ ستر میں داخل نہیں اور وہی حسن و جمال کا مرکز اور دیکھنے کی اصل جگہ ہے"

اس سلسلہ میں علامہ بغویؒ کا بیان ہے:

" باب النظر إلى المخطوبة ... والعمل على هذا عند بعض أهل العلم قالوا : إذا أراد الرجل أن ينكح امرأة فله أن ينظر إليها ـــ وهو قول الثورى والشافعى وأحمد وإسحاق ـــ سواء أذنت أو لم تأذن ، إنما ينظر منها إلى الوجه والكفين فقط ، ولا يجوز أن ينظر إليها حاسرة أو

(١) المجموع :١٦/١٣٣

(٢) المغني :٦/٥٥٣

ینظر إلی شيء من عورتها ، وقال الأوزاعی : لا ینظر إلا إلی وجهها " (۱)

''مخطوبہ کو دیکھنے کا بیان... بعض اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، ان کا کہنا ہے کہ آدمی جب کسی عورت سے نکاح کرے، تو اسے چاہئے کہ اس کو دیکھ لے، چاہے اس نے اس کی اجازت دی ہو یا نہیں دی ہو، یہی قول سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا ہے، مگر صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں ہی کا دیکھنا جائز ہے، یہ جائز نہیں کہ اس کو کھلی ہوئی حالت میں دیکھے یا اس کے حصۂ ستر میں سے کوئی حصہ دیکھے اور امام اوزاعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ صرف چہرہ ہی دیکھ سکتا ہے''

صاحب ''**نهاية المحتاج** '' نے اسی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:

" وإذا قصد نکاحها ... سن نظره إلیها ... وذلک قبل الخطبة لا بعدها ... وإن لم تأذن هي ولا ولیها اکتفاء بإذنه صلی الله علیه وسلم ، ففي روایة : " وإن کانت لا تعلم " بل قال الأوزاعي : الأولی عدم علمها ؛ لأنها قد تتزین له بما یغره " (۲)

''اور جب اسی سے نکاح کرے تو مسنون ہے کہ اس کی طرف دیکھ لے...اور یہ پیغام دینے سے پہلے ہونا چاہئے نہ کہ اس کے بعد...گو کہ اس نے یا اس کے ولی نے اجازت نہ دی ہو؛ کیوں کہ

---

(۱) نهاية المحتاج إلی شرح المنهاج :۶/۱۸۶-۱۸۵

(۲) نهاية المحتاج:۶/۱۸۶-۱۸۵

رسول اللہ ﷺ کی اجازت کافی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:
''اگر چہ لڑکی کے علم میں نہ ہو؛ بلکہ امام اوزاعی علیہ الرحمۃ تو کہتے ہیں کہ عورت کا واقف نہ ہونا بہتر ہے؛ اس لئے کہ اگر وہ واقف ہو جائے تو ایسی زیبائش و آرائش کرسکتی ہے کہ مرد دھوکہ کھا جائے''

☆ '' عن عائشة رضي الله عنها : أن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما دخلت على رسول الله ﷺ وعليها ثياب رقاق ، فأعرض عنها رسول الله ﷺ ، وقال لها : يا أسماء ! إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا ، وأشار إلى وجهه وكفيه '' (۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے، حضور ﷺ نے چہرہ پھیرلیا، اوران سے فرمایا: اے اسماء عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے تو صرف یہ اور یہ نظر آنا چاہئے اور آپ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا''

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کو آپ ﷺ نے حصۂ ستر میں شامل نہیں فرمایا ہے، اس طرح کی متعدد روایتیں ہیں، جو صراحتاً یا دلالۃً اس بات کو بتاتی ہیں کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے۔

☆ اس سلسلہ میں ان حضرات نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

---

(۱) سنن أبي داؤد ، كتاب اللباس ، باب فيما تبدئ المرأة من زينتها ، حدیث نمبر:۴۱۰۴

﴿ وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ (۱)

’’عورتیں اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہوجائے‘‘

چنانچہ’’إلا ما ظهر منها ‘‘ کی تفسیر علامہ ابن کثیرؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

’’ إلا ما ظهر منها : الخاتم ، الخلخال ، ويحتمل أن ابن عباس ومن تابعه أرادوا تفسير ما ظهر منها بالوجه والكفين ، وهذا هو المشهور ، وليستأنس له بالحديث الذى رواه أبوداؤد عن عائشة رضى الله عنها أن أسماء رضى الله عنها بنت أبى بكر رضى الله عنه دخلت على النبى ﷺ وعليها ثياب رقاق ... ‘‘ (۲)

’’إلا ما ظهر منها ‘‘(مگر جو عورت کا ظاہر ہوجائے) سے مراد انگوٹھی اور پازیب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین نے’’ما ظهر منها ‘‘ کی تفسیر چہرہ اور ہاتھوں سے کی ہے ، اور یہی مشہور ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جو ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء حضور ﷺ کے پاس آئیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے.....‘

نیز علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

’’ إلا ما ظهر منها : أي إلا ما جرت العادة والجبالة على

(۱) النور :۳۰

(۲) تفسیر ابن کثیر:۲/ ۵۹۹،سورۃ النور

ظهوره ، والأصل فيه الظهور كالخاتم والفَتُخَة والكحل والخضاب ؛ فلا مؤاخذة فی إبدائه للأجانب ، وإنما المؤاخذة فی إبداء ما خفی من الزينة كالسوار والخلخال والدُمُلُج والقلادة " (۱)

"إلا ما ظهر منها "(مگر جوعورت کا ظاہر ہو جائے) سے مراد وہ زینت ہے، جسے عادتاً اور فطرتاً کھلا رکھا جاتا ہے، اور اسی میں اصل ظاہر ہونا ہے، جیسے انگوٹھی ، چھلے اور سرمہ، خضاب (شاید مہندی) اجنبیوں کے سامنے اس کو ظاہر کرنے میں مواخذہ نہیں ہے ، اور زینت کی جو چیزیں مخفی ہوتی ہیں ان کا کھولنا قابلِ مؤاخذہ ہے ، جیسے: کنگن، پازیب، بازوبند اور ہار"

"إلا ما ظهر منها " کی تفسیر میں مختلف اہل علم کی آراء کو جمع کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

" ثم استثنى من الزينة واختلف الناس في قدر ذلک ، فقال ابن مسعود ﷛ : ظاهر الزينة هو الثياب ، وزاد ابن جبير ﷛ :الوجه ، وقال سعيد بن جبير ﷛ أيضا وعطاء والأوزاعي : الوجه والكفان والثياب ، وقال ابن عباس ﷛ وقتادة ﷛ والمسور بن مخرمة ﷛ : ظاهر الزينة هو الكحل والسوار والخضاب إلى نصف الذراع " (۲)

---

(۱) روح المعانی :۱۰/۲۰۶،سورۃ النور

(۲) أحكام القرآن للقرطبي :۱۲/۱۵۲،سورۃ النور

’’پھر اظہار زینت کی ممانعت میں سے اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے، جس کی مقدار کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظاہر زینت سے مراد کپڑے ہیں، سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر چہرہ کا اضافہ کیا ہے، عطاء اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما اور ایک قول کے مطابق سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں چہرہ دونوں ہاتھ اور کپڑے شامل ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ، قتادہ اور مسور بن مخرمہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ظاہر زینت میں سرمہ، کنگن، اور نصف بازو تک خضاب (مہندی) شامل ہیں‘‘

بہرحال عام طور پر اہل علم نے ’’إلا ما ظهر منها ‘‘ سے چہرہ و ہتھیلی اور چہرہ اور ہاتھ سے متعلق زیورات مراد لیئے ہیں۔(۱)

اس سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ مذاہب اربعہ کی تصریحات پیش کردی جائیں، چنانچہ فقہاء حنفیہ میں علامہ علاء الدین کاسانیؒ فرماتے ہیں:

’’ وأما النوع السادس : وهو الأجنبيات الحرائر فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين لقوله تعالى : ﴿ قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ﴾ (النور : الآية : ۳۰) إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهى الوجه والكفان ، رخصبقوله تعالىٰ : ﴿ ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے:أحكام القرآن للجصاص :۴۰۸/۳،باب الإستيذان ، أحكام القرآن لابن عربي :۳۸۱/۳،سورة النور :۳۱،البحر المحيط :۴۴۷/۶،الكشاف :۷۱/۳، تفسير أبي السعود :۱۷۰/۶،تفسير مظهرى :۴۹۳/۶،مفاتيح الغيب :۵۳۴/۲۲-۵۳۳

(الـنـور : ۳۱) والـمراد من الزينة مواضعها ، ومواضع الـزيـنة الـظـاهرة الوجه والكفان ، فالكحل زينة الوجه والـخاتم زينة الكف ، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخـذ والـعـطـاء ولا يمكنها ذلک عادة إلا بكشف الـوجـه والـكـفيـن فيـحل لها الكشف ، وهذا قول أبى حنيفة رضـى الـله عنه ، وروى الـحسـن عن أبى حنيفة رحمهما الله أنه يحل النظر إلى القدمين أيضا " (۱)

’’چھٹی قسم : آزاد اجنبی عورتوں کی ہے، اجنبی مرد کے لئے اجنبی آزادعورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا پورے بدن کو دیکھنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو بہت رکھنے کا حکم دیا ہے، البتہ ظاہری زینت کے مواقع — اور وہ چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں — کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، اور زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں ، اور ظاہری زینت کی جگہیں چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں؛ اس لئے کہ چہرہ کی زینت سرمہ ہے اور ہاتھ کی زینت انگوٹھی ہے، اور اس لئے بھی کہ خرید وفروخت اور لین دین میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور عادتاً چہرہ اور ہاتھوں کھولے بغیر ان کاموں کو انجام دینا ممکن نہیں ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور حسن ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ قدموں کو بھی دیکھنا جائز ہے‘‘

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے:

---

(۱) بدائع الصنائع :۴/۲۹۳-۲۹۴

" وبـدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها ، كذا في المتون " (۱)

" آزادعورت کا بدن حصۂ ستر ہے؛ البتہ چہرہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اس سے مستثنیٰ ہے"

یہی نقطۂ نظر فقہاء مالکیہ کا ہے، چنانچہ "مختصر خلیل" اور اس کے شارح کا بیان ہے:

" (ومع أجنبي غير الوجه والكفين) قال الأبي عن القاضي عياض : وقيل ما عدا الوجه والكفين والقدمين ، انتهىٰ ، واعلم أنه إن خشي من المرأة الفتنة يجب عليها ستر الوجه والكفين ، قاله القاضى عبد الوهاب ونقله عنه الشيخ أحمد زروق في شرح الرسالة وهو ظاهر التوضيح : هذا ما يجب عليها ، وأما الرجل فإنه لا يجوز له النظر إلى وجه المرأة للذة وأما لغير اللذة ، فقال القلشاني عند قول الرسالة : ولا بأس أن يراها ألخ ، وقع في كلام ابن محرز في أحكام الرجعة ما يقتضي : أن النظر لوجه الأجنبية لغير لذة جائز بغير ستر ، قال : والنظر إلى وجهها وكفيها لغير لذة جائز اتفاقا ؛ لأن الأجنبي ينظر إليه ، وكلامه في المطلقة الرجعية ، وكلام الشيخ هنا يدل على خلافه ، وأنه إنما يباح النظر لوجه المتجالة دون الشابة إلا لعذر ، والله اعلم " (۲)

---

(۱) فتاوی ہندیہ: ۱/ ۱۵۸

(۲) مواهب الجليل : ۲/ ۱۸۱، كتاب الصلاة ، فصل في ستر العورة

’’اور اجنبی کے لئے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے سوا پورا جسم قابل ستر ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کہا گیا ہے کہ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے علاوہ عورت کے لئے ستر ہے، البتہ جان لو کہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، تو عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا بھی چھپانا واجب ہے، یہی بات قاضی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہی ہے اور شیخ احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو ’’رسالہ‘‘ کی شرح میں نقل کیا ہے، اور توضیح نامی کتاب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورت پر فتنہ کے وقت چہرہ اور ہاتھوں کو بھی چھپانا واجب ہے، جہاں تک مرد کی بات ہے تو اس کے لئے ازراہ لذت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز نہیں، اگر لذت مقصود نہ ہو، تو ’’رسالہ‘‘ میں ہے کہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے شامی نے کہا ہے کہ رجعت کے احکام کے ذیل میں ابن محیرز رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ لذت کے بغیر بلاستر کے دیکھنا جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ اجنبی عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کو بغیر لذت کے دیکھنا بالاتفاق جائز ہے؛ اس لئے کہ اجنبی اسی کی طرف دیکھتا ہے اور کلام مطلقہ رجعیہ کے سلسلہ میں ہے (کہ اس کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں)، نیز شیخ کا کلام یہاں اس کے بر خلاف پر دلالت کرتا ہے؛ البتہ عمر رسیدہ کے چہرہ کو بغیر لذت کے دیکھنا مباح ہے نہ کہ جوان عورت کے چہرے کو‘‘

نیز فقہ مالکی کی مشہور کتاب ’’التاج والإکلیل‘‘ میں ہے:

’’(قوله : ومع أجنبي غير الوجه والكفين) في المؤطأ :

هل تأكل المرأة مع غير ذی محرم أو مع غلامها ؟ قال مـالک : لا بأس بذلک علی وجه ما يعرف للمرأة أن تـأكل معه من الرجال وقد تأكل المرأة مع زوجها ومع غيـره ممن يواكله ، ابن القطان : فيه إباحة ابداء المرأة وجهها ويديها للأجنبي ؛ إذ لا يتصور الأكل إلا هكذا ، وقـد أبـقاه الباجي علی ظاهره ، وقال ابن محرز : وجه المرأة عند مالک وغيره من العلماء ليس بعورة " (۱)

''موطأ میں ہے کہ عورت غیرمحرم یا اپنے غلام کے ساتھ کھا سکتی ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ؛ کیوں کہ یہ طریقہ معروف ہے کہ عورت مردوں میں سے اس کے ساتھ کھاتی ہے اور کبھی اپنے شوہر اور اس اجنبی مرد کے ساتھ کھاتی ہے جسے وہ کھلا رہا ہے، ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، اسی سے معلوم ہوا کہ عورت کا اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کے بغیر کھانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو اس کے ظاہر ہی پر باقی رکھا ہے، اور ابن محیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک اور دوسرے علماء کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے''

علامہ ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں:

" وجـائـز أن ينظر إلی ذلک منها ــ أي الوجه والكفين ـــ كل من نظر إليها بغير ريبة ولا مكروه ، وأما النظر

(۱) التاج والإكليل :۲/۱۸۱، كتاب الصلاة ، فصل فی ستر العورة

للشهوة فحرام تأملها من فوق ثيابها لشهوة ، فكيف بالنظر إلى وجهها مسفرة " (١)

"عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ دیکھنا جائز ہے ، جو بدنیتی اور نا پسندیدہ ارادہ کے بغیر دیکھے، اور جہاں تک شہوت کے لئے دیکھنے کی بات ہے، تو اس نیت سے جو کپڑے کے اوپر سے بھی تأمل کرنا حرام ہے، چہ جائے کہ کھلا ہوا چہرہ دیکھے"

فقہ شافعی کے معتبر ترجمان امام نوویؒ فرماتے ہیں:

" نظر الرجل إلى المرأة : فيحرم نظره إلى عورتها مطلقا ، وإلى وجهها وكفيها إن خاف فتنة ، وإن لم يخف فوجهان : قال أكثر الأصحاب لا سيما المتقدمون : لا يحرم بقول الله تعالىٰ : ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وهو مفسر بالوجه والكفين ؛ لكن يكره ، قاله الشيخ أبو حامد وغيره ، والثاني : يحرم قاله الأصطخرى وأبو علي الطبري ، واختاره الشيخ أبو محمد والإمام وبه قطع صاحب " المهذب " والروياني ، ووجهه الإمام باتفاق المسلمين على منع النساء من الخروج سافرات ... ثم المراد بالكف : اليد من رؤس الأصابع إلى المعصم ، وفي وجه : يختص الحكم بالراحة وأما أخمصا القدمين فعلى الخلاف السابق في ستر العورة ،

---

(١) التمهيد :٦/٣٦٥-٣٦٤

وصوتها ليس بعورة على الأصح ؛ لكن يحرم الإصغاء إليه عند خوف الفتنة ’’ (۱)

’’مرد کا عورت کو دیکھنا — تو مرد کا عورت کے حصۂ ستر کو دیکھنا تو مطلقا ناجائز ہے اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھنا بھی، اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو دو قول ہے: اکثر مشائخ خاص کر متقدمین کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’**ولا يبدين من زينتهن إلا ما ظهر منها** ‘‘ کی وجہ سے یہ حرام نہیں؛ کیوں کہ اس سے چہرہ اور ہاتھ ہی مراد ہیں؛ البتہ مکروہ ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی یہی رائے ہے، دوسری رائے اس کے حرام ہونے کی ہے، علامہ اصطخری رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں اور اسی کو شیخ ابو محمد علیہ الرحمۃ نے اختیار کیا ہے، صاحب مہذب علیہ الرحمۃ اور رویانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر یقین ظاہر کیا ہے اور امام نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ مسلمان عورتوں کے بے پردہ نکلنے سے ممانعت پر متفق ہیں... نیز ’کف‘ سے مراد انگلی کے کناروں سے گٹوں کی گہرائی تک ہاتھ کا حصہ ہے اور ایک رائے کے مطابق جواز کا حکم صرف ہتھیلی کی گہرائی تک ہے، اور دونوں پاؤں کے تلوؤں کے سلسلہ میں وہی اختلاف ہے، جو ستر عورت کے سلسلہ میں گزر چکا ہے، نیز عورت کی آواز صحیح تر قول کے مطابق ستر میں شامل نہیں ہے؛ لیکن فتنہ کا اندیشہ ہو تو اسے کان لگا کر سننا جائز نہیں ہے‘‘

غرض کہ شوافع کے نزدیک بھی ’’وجہ‘‘ اور ’’کفین‘‘ اپنی اصل کے اعتبار سے ستر میں

---

(۱) روضة الطالبين: ۲۱/۷، كتاب النكاح، الضرب الأول

داخل نہیں ہیں؛ لیکن بہ اندیشۂ شہوت وفتنہ بلاضرورت ان اعضاء کو دیکھنے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح کی صراحتیں فقہاء شوافع کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔(۱)

فقہاء حنابلہ کا نقطۂ نظر بھی یہی معلوم ہوتا ہے؛ چنانچہ ابو الفرج عبد الرحمان مقدسی کا بیان ہے:

" ولا خلاف بين أهل العلم فى إباحة النظر إلى وجهها ؛ لأنه ليس بعورة ... ولا يباح له النظر إلى ما لا يظهر عادة ... ولنا قوله تعالىٰ : ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها ، روي عن ابن عباس ﷺ أنه قال : هو الوجه وباطن الكف ؛ ولأن النظر أبيح للحاجة فيتخصص بما تدعو الحاجة إليه ... فأما ما يظهر غالبا سوى الوجه كالكفين والقدمين ونحو ذلک مما تظهر المرأة في منزلها ، ففيه روايتان : إحديهما : لا يباح النظر إليه ؛ لأنه عورة ، فلم يبيح النظر إليه كالذي لا يظهر ، فإن عبد الله روى أن النبي ﷺ قال : المرأة عورة (حديث حسن) ؛ ولأن الحاجة تندفع بالنظر إلى الوجه ، فبقي ما عداه على التحريم ، والثانية : له النظر إلى ذلک " (۲)

"اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے؛ اس لئے وہ حصۂ ستر میں شامل نہیں...اور جو حصہ عادتاً نہیں کھلتا اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد

---

(۱) دیکھئے: المنهاج :۳/۲۹، ومغني المحتاج :۳/۲۹، کتاب النکاح

(۲) الشرح الكبير لابن قدامة المقدسى :۲/۳۱-۳۰، کتاب النكاح

ہے:﴿ وَلاَ يُبْدِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ''ما ظهر منها ''سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے، اوراس لئے بھی کہ دیکھنے کی اجازت ضرورتاً دی گئی ہے؛ لہذا ضرورت جتنے حصہ کو دیکھنے کی متقاضی ہوا جازت اسی حد تک محدود ہوگی... چہرہ کے علاوہ عام طور پر جو حصہ ظاہر ہوتا ہے، جیسے دونوں ہاتھ اور پاؤں وغیرہ جسے عورت اپنے گھر میں کھول کر رکھتی ہے، تو اس سلسلہ میں دو قول ہے: ایک یہ ہے کہ اس کو دیکھنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ وہ حصہ ستر میں شامل ہے؛ لہذا جو حصہ کھول کر نہیں رکھا جاتا، اسی کی طرح اس کو بھی دیکھنا جائز نہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت سراپا قابل ستر ہے، اوراس لئے کہ چہرہ کو دیکھنے سے حاجت پوری ہوجاتی ہے؛ لہذا بقیہ اعضاء کی حرمت باقی رہے گی، دوسری رائے یہ ہے کہ ہاتھوں اور قدموں کو بھی دیکھنا جائز ہے''

فقہاء حنابلہ نے عام طور پر یہی لکھا ہے اور''إلا ما ظهر منها ''کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے استدلال کیا ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چہرہ بھی ستر میں داخل ہے اوران کے دلائل حسب ذیل ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلاَبِيْبِهِنَّ ﴾ (۱)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے اوراپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لگالیا کریں''

(۱) الأحزاب :۵۹

اس آیت میں عورتوں کو ''جلباب'' کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے، جلباب کو موجودہ محاورہ میں ''گھونگھٹ'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، جس میں چہرہ کا حصہ بھی ڈھک جاتا ہے:

'' جلباب : الرداء ، وقيل : هو كالمقنعة تغطي المرأة رأسها وظهرها وصدرها والجمع جلابيب '' (۱)

متعدد حدیثیں بھی اس نقطۂ نظر کی تائید کرتی ہیں:

☆ '' عن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت : كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول اللّٰه ﷺ محرمات ، فإذا حاذوابنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها ، فإذا جاوزونا كشفناه '' (۲)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سواری پر سوار حضرات ہمارے پاس سے گزرتے تھے جبکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں تھے، جب وہ ہمارے مقابل آتے تو ہم میں سے ایک عورت اپنا گھونگھٹ سر سے چہرے کی طرف لٹکا لیتی، پھر جب وہ آگے بڑھ جاتے تو اسے ہم ہٹا لیتے''

☆ '' أمر نساء النبي ﷺ أن يحتجبن ، فقالت له زينب : وإنک علينا يابن خطاب والوحي ينزل فى بيوتنا ،

---

(۱) لسان العرب:۲/ ۳۱۷

(۲) سنن أبي داؤد ، مناسک ، فى المحرمة تغطى وجهها ،حدیث نمبر:۱۸۳۳،سنن ابن ماجة ، كتاب المناسک ، باب المحرمة تسدل الثوب على وجهها ،حدیث نمبر:۲۹۳۵، السنن الكبرى للبيهقى ، كتاب الحج ، باب المحرمة تلبس الثوب من علو فيستر وجهها ،حدیث نمبر:۹۰۵۱،مسند أحمد،حدیث نمبر:۲۴۰۱۴

فـأنـزل الله عز وجل : وإذا سألتموهن متاعا فأسئلوهن من وراء حجاب " (۱)

''رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: تم ہمیں سمجھاتے ہو اے ابن خطاب! حالاں کہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام اُتارا: جب تم ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے سے پیچھے سے مانگا کرو''

☆ **" عـن عـائشة رضى الله عنها قالت : كان عتبة بن أبى وقاص عهد إلى أخيـه سـعد بن أبي وقاص أن ابن وليدة زمـعة مني فأقبضه قالت : فلما كان عام الفتح أخذه سعد بن أبي وقاص ... فقال النبي ﷺ : الولد للفراش وللعاهر الـحـجـر ، ثـم قـال لسـودة بنت زمعة زوج النبي ﷺ : احتـجبي منه يا سودة ! لما رأى من شبهة بعتبة ، فما رآها حتى لقي الله " (۲)**

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا مجھ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں لے لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال حضرت سعد ابن ابی

---

(۱) **مسند أحمد**، حدیث نمبر: ۴۳۶۳

(۲) **صحيح البخارى ، كتاب البيوع ، باب تفسير المشبهات**، حدیث نمبر: ۲۰۵۳

وقاص نے ان کو لے لیا، ...تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ تو صاحب فراش ہی کا ہوگا، زانی کے لئے صرف محرومی ہے، پھر ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: سودہ! تم اس سے پردہ کرو؛ کیوں کہ میں اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھتا ہوں، چنانچہ انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو وفات تک کبھی نہیں دیکھا''

اس سلسلہ میں زیادہ درست نقطۂ نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اپنی اصل کے اعتبار سے ستر میں داخل نہیں ہے؛ لیکن موجودہ دور میں فسق و فجور کی کثرت کی وجہ سے اندیشۂ فتنہ کے باعث عورتوں کے لئے چہرہ کا چھپانا بھی واجب ہوگا، یہی متاخرین فقہاء احناف کی رائے ہے:

" امتنع نظره إلى وجهها ، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام ، وهذا في زمانهم ، وأما في زماننا فمنع من الشابة " (۱)

''مرد کا اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا درست نہیں، دیکھنے کا جائز ہونا اس قید کے ساتھ ہے کہ شہوت پیدا نہ ہو، اگر شہوت پیدا ہو تو حرام ہے اور یہ تو اُن کے زمانے کے لئے تھا، ہمارے زمانے میں نوجوان لڑکی کو دیکھنے سے مطلقاً منع کیا جائے گا''

فقہاء مالکیہ میں علامہ ابوعبداللہ مغربی کا اشارہ گذر چکا ہے:

" إنما يباح النظر لوجه المتجالة دون الشابة لغير عذر"(۲)

---

(۱) الدر المختار شرح تنوير الأبصار مع رد المحتار :۵۳۲/۹، كتاب الحظر والإباحة

(۲) مواهب الجليل :۱۸۱/۲

’’عمر رسیدہ عورت کے چہرہ کو دیکھنا بلا عذر جائز ہے، نہ کہ جوان عورت کو‘‘

فقہاء شوافع کے یہاں یہ بات زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ ملتی ہے:

’’ ويحرم نظر فحل بالغ إلى عورة حرة كبيرة أجنبية ، وكذا وجهها وكفيها عند خوف فتنة ، وكذا عند الأمن على الصحيح ‘‘ (۱)

’’بالغ مرد کا آزاد بالغ اجنبی عورت کے حصہ ستر کو دیکھنا حرام ہے اور اسی طرح اس کے چہرہ اور ہتھیلی کو بھی اندیشۂ فتنہ کے وقت جائز نہیں اور صحیح قول کے مطابق یہی حکم اس وقت بھی ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو‘‘

اس لئے جو عورتیں ملازمت کریں ان کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ایسا ساتر لباس پہنیں کہ وہ مردوں کے سامنے مکمل پردہ میں رہیں، اس کا جسم بھی چھپا ہوا ہو اور چہرہ بھی، البتہ وہ ایسا برقع استعمال کرسکتی ہیں، جن میں آنکھیں کھلی رہیں؛ کیوں کہ یہ ایک ضرورت ہے؛ ورنہ انسان کے لئے راستہ چلنا یا کوئی کام کرنا ممکن نہیں ہوگا؛ چنانچہ علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں:

’’ قال ابن عباس ﷺ : أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحداً ، وقال محمد بن سيرين : سألت عن عبيدة السلمانى عن قول الله عز وجل : يدنين عليهن من جلابيبهن ، فغطى وجهه ورأسه وأبرز عينه اليسرى ‘‘ (۲)

(۱) المنهاج مع مغنى المحتاج :۳/ ۱۲۸

(۲) تفسير ابن كثير :۳/۱۶۱،الاحزاب :۵۹

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر سے نکلیں تو اپنے سر کے اوپر سے گھونگھٹ کے ذریعہ اپنے چہرہ چھپالیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں، نیز محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی علیہ الرحمۃ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”یدنین علیہ من جلابیبهن“ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے اپنا چہرہ اور سر ڈھنک لیا اور بائیں آنکھ کو کھل رکھا“

اس سلسلہ میں سن رسیدہ خواتین (پچاس سال سے اوپر) اور جوان عورتوں میں کسی حد تک فرق کی بھی گنجائش ہے، یعنی معمر عورتوں کے لئے بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو؛ اسی لئے فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورتوں کے لئے احکام میں فرق کیا ہے اور جوان عورتوں پر چہرے کو چھپانے کو واجب قرار دیا ہے؛ چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

” في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين و إظهار الستر و العفاف عند الخروج ؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن “ (۱)

”اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جوان عورت کو گھر سے نکلتے وقت اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے اور ستر کو ظاہر نہ کرنے، نیز پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاکہ بدقماش لوگوں کے اندر ان کے بارے میں کوئی حرص پیدا نہ ہو“

(۱) أحکام القرآن للجصاص: ۳/۴۸۶، باب حجاب النساء، غالباً ”إظهار الستر“ کا لفظ غلط ہے، اصل میں ”عدم إظهار الستر“ ہے۔

نیز علامہ حصکفیؒ کا بیان ہے:

"وأما في زماننا فمنع من الشابة ، لا ؛ لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة" (۱)

"ہمارے زمانے میں جوان عورت کا چہرہ دیکھنے سے منع کیا جائے گا؛ اس لئے نہیں کہ یہ حصۂ ستر میں داخل ہے؛ بلکہ اس لئے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے"

ایک اور موقع پر علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"وهذا في الشابة : أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن" (۲)

"یہ حکم جوان عورت کے بارے میں ہے، بوڑھی عورتیں جن میں شہورت نہیں پائی جاتی، اُن کے مصافحہ کرنے اور ہاتھ چھونے میں بشرطیکہ وہ خود مامون ہوتو حرج نہیں"

اختلاط سے اجتناب

دوسری ضروری شرط یہ ہے کہ کسی مرد کے ساتھ عورت کی تنہائی نہ ہو، یا عورتوں اور مردوں کا مخلوط ماحول نہ ہو، متعدد روایتوں میں رسول اللہ ﷺ نے غیر محرم مرد و عورت کے تخلیہ کو منع فرمایا ہے، چند روایتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

☆ "عن عبد الله بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ... ثم قام رسول الله ﷺ على المنبر ، فقال : لا يدخلن رجل بعد يوفى

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۵۳۲/۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار :۴۴۸/۹-۴۴۷

هذا على مغيبة ، إلا ومعه رجل أو اثنان " (۱)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: آج کے اس دن کے بعد کوئی شخص ایسی عورت پر داخل نہ ہو جس کا شوہر موجود نہ ہو سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ (کم سے کم) ایک یا دو مرد ہوں''

☆ **" عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال : إياكم والدخول على النساء ، فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله ! أفرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت " (۲)**

'' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! عورتوں پر داخل ہونے سے بچو، انصار میں سے ایک صاحب نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیور تو موت ہے (یعنی اس کے ساتھ تنہائی تو اور زیادہ نامناسب ہے)''

☆ **" عن جابر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا رحم " (۳)**

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شوہر دیدہ عورت کے پاس رات ہرگز نہ گذارے، سوائے اس کے کہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا وہ اس کا رشتہ دار ہو''

---

(۱) مسلم :۲/۲۱۵،باب تحريم الخلوة بالأجنبية

(۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں خاص طور پر شوہر دیدہ عورت کے بارے میں ممانعت آئی ہے، لیکن یہ تخصیص اس وجہ سے ہے کہ کنواری لڑکی کے پاس عام طور پر لوگ جانے سے خود ہی احتیاط کرتے ہیں اور اس پر حیا کا غلبہ بھی ہوتا ہے، شوہر دیدہ عورت کے بارے میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے؛ چنانچہ امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

" قال العلماء : إنما خص الثيب ؛لكونها التي يدخل إليها غالبا ، وأما البكر فمصونة ومتصونة فى العادة من جانبة للرجال أشد مجانبة ، فلم يحتمع إلى ذكرها ؛ ولأنه من باب التنبية ؛ لأنه إذا نهى عن الثيب التي يتساهل الناس في الدخول عليها فى العادة ففي البكر أولى " (۱)

"علماء نے کہا ہے کہ شوہر دیدہ عورت کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عام طور پر مرد ایسی ہی عورتوں کے پاس جاتے ہیں، کنواری لڑکی عادۃً بچا کر رکھی جاتی ہے اور خود بھی بچ کر رہتی ہے اور مردوں سے بہت اجتناب برتتی ہے؛ لہذا اس کو تذکرہ میں شامل نہیں کیا گیا اور اس لئے کہ اس کا مقصود تنبیہ ہے؛ اس لئے کہ جب شوہر دیدہ عورت سے منع کیا گیا تو کنواری لڑکی سے بدرجۂ اولی ممانعت ہوگی"

ولی کی اجازت

عورت کو اپنی خلقی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ کسی ایسے مرد کی ضرورت پڑتی ہے، جو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہو، جب تک وہ باپ کے گھر میں رہتی ہے، باپ اس کا

---

(۱) شرح المھذب :۲/۲۱۵

محافظ ہوتا ہے اور نکاح کے بعد شوہر اس کا محافظ ہوتا ہے؛ اس لئے خواتین کے لئے گھریلو یا گھر سے باہر کی ملازمت اختیار کرنے کے لئے باپ یا شوہر کی اجازت بنیادی اہمیت رکھتی ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

الف: عورت اپنے گھر ہی میں کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرے اور اس کی مشغولیت شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں حارج نہ ہو۔

ب: عورت اپنے گھر میں ہی کسبِ معاش کی کوئی تدبیر کرے؛ لیکن اس کی یہ مشغولیت شوہر کے حق کو متاثر کرتی ہو۔

ج: عورت کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے اور اس کا یہ نکلنا مجبوری کی بناء پر ہو۔

د: عورت کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے، حالاں کہ والد یا شوہر اس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہو اور یہ کسبِ معاش پر مجبور نہ ہو۔

ان مختلف صورتوں کے احکام اس طرح ہیں:

(الف، ب) پہلی صورت میں عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسبِ معاش کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ نہ وہ گھر سے باہر نکل رہی ہے اور نہ اس کے عمل کی وجہ سے شوہر کا حق شوہری متاثر ہو رہا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ عورت گھر ہی میں کام کرتی ہے، مگر اس کی مشغولیت شوہر کے حق کو متاثر کرتی ہے، تو شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہوگا، ان دونوں ہی صورتوں کے سلسلہ میں علامہ ابن عابدین شامیؒ کی یہ صراحت بہت معقول اور چشم کشا ہے:

”بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب؛ لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه ... قلت: ثم إن قولهم له منعها من الغزل يشمل غزلها لنفسها، فإن كانت العلة فيه السهر والتعب والمنقص لجمالها فله منعها عما يؤدي إلى ذلک لا ما دونه، وإن كانت

العلة استغناء ها عن الكسب كما مر ، ففيه أنها قد تحتاج إلى ما لا يلزم الزوج شرائه لها ... والذي ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدي إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته ، أما العمل الذي لا ضرر له فيه ، فلا وجه لمنعها عنه " (۱)

" بلکہ شوہر کو ایسے تمام افعال سے روکنے کا حق ہوگا ، جو کسب معاش کے تقاضے سے کئے جاتے ہیں ؛ اس لئے کہ عورت اس سے مستغنی ہے ؛ کیوں کہ اس کی ضرورتوں کی کفایت شوہر پر واجب ہے ... میں کہتا ہوں : فقہاء کا یہ کہنا کہ وہ عورت کو دھاگہ بُننے سے بھی منع کرسکتا ہے تو یہ شامل ہے اس صورت کو جب وہ اپنے لئے بُنے ، تو اگر اس کی وجہ سے عورت کا اس کام کی وجہ سے رات میں جاگنا اور تھک جانا اور اس کے حسن و جمال میں کمی پیدا ہوجانا لازم آتا ہے ، تو شوہر کو واقعی اس قدر کام سے روکنے کا حق ہوگا ، جو ان امور کا باعث ہے ، اس سے کم کو روکنے کا حق نہیں ہوگا ، اور اگر روکنے کی علت یہ ہو کہ وہ کمانے سے مستغنی ہے تو اس سلسلہ میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ عورت کو کبھی ایسی چیز کے خریدنے کی حاجت دامن گیر ہوتی ہے جس کا خریدنا شوہر پر واجب نہیں ... اور اس سلسلہ میں یہ بات منقّح کردینی چاہئے کہ شوہر کو ایسے عمل سے روکنے کا حق ہے ، جس سے اس کا حق متاثر ہوتا ہو یا اس کو ضرر پہونچتا ہو یا عورت کو گھر سے نکلنا پڑتا ہو ، اگر ایسا عمل ہو جس میں شوہر کوئی نقصا نہیں ہے تو کوئی وجہ

---

(۱) رد المحتار : ۳۲۵/۵ ، باب النفقة

نہیں کہ شوہر بیوی کو اس سے منع کرے‘‘

(ج) اگر عورت مجبور ہو، شوہر نفقہ ادا نہ کرتا ہو، یا وہ کسبِ معاش سے معذور ہو، یا مطلّقہ اور بیوہ ہو اور والد وغیرہ کفالت نہ کرتے ہوں، تو اس صورت میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسبِ معاش کے لئے شرعی حدود کے ساتھ گھر سے باہر نکل سکتی ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے ضرورتاً شوہر کی اجازت کے بغیر بھی عورت کو باہر نکلنے کی اجازت دی ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی یہ صراحتیں قابلِ توجہ ہیں:

☆ ’’وفي مجموع النوازل : فإن كانت قابلة أو غسالة أو كان لها حق على آخر أو لآخر عليها حق تخرج بالإذن وبغير الإذن‘‘ (۱)

’’مجموع النوازل میں ہے: اگر بیوی دایہ ہو یا مردہ کو غسل دینے سے واقف ہو یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا حق اس پر ہو تو وہ شوہر کے اجازت سے بھی اور بلا اجازت کے بھی نکل سکتی ہے‘‘

☆ ’’فإن وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلک لا يسعها الخروج وإن امتنع من السوال يسعها أن تخرج من غير رضاه‘‘ (۲)

’’اگر عورت کو کوئی شرعی مسئلہ پیش آیا تو اگر شوہر عالم سے دریافت کرکے بیوی کو اس کے بارے میں بتادے تب تو اس کے لئے نکلنے کی گنجائش نہیں اور اگر وہ دریافت نہ کرے تو اس کی رضامندی کے بغیر بھی عورت کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے‘‘

---

(۱) فتح القدیر :۴/ ۳۵۸،باب النفقة ، نیز دیکھئے:البحر الرائق :۴/ ۳۳۱،باب النفقة

(۲) فتح القدیر :۴/ ۳۵۸،باب النفقة ، نیز دیکھئے:البحر الرائق :۴/ ۳۳۱،باب النفقة

بلکہ علامہ ابن ہمام کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت کا حق شوہر نے ادانہیں کیا ہے، تو چاہے بیوی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہو یا نہ ہو، اس کے لئے شرعی حدود کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے:

'' المرأة قبل أن تقبض مهرها ، لها أن تخرج في حوائجها وتزور الأقارب بغير إذن الزوج ، فإن أعطاها المهر ، ليس لها الخروج ، إلا بإذن الزوج '' (۱)

'' مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی عورت کو اپنی ضروریات کے لئے نکلنے اور رشتہ داروں سے ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر شوہر مہر ادا کر چکا ہے تب اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی''

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر عورت کے لئے نفقہ اور ضروریات زندگی کا کوئی انتظام نہ ہو، تو اسے کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہوگی، اس کی مثال عدت وفات ہے، حالت نکاح میں عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے مقابلہ عدت میں گھر سے نکلنے کی ممانعت زیادہ شدید ہے؛ کیوں کہ نکاح میں نکلنے کی ممانعت ''حق العبد'' یعنی شوہر کے حق کی بناء پر ہے، اور عدت میں نکلنے کی ممانعت سابق شوہر کے حق کی بناء پر بھی ہے اور اس کا شمار 'حق اللہ' میں بھی ہے، اس کے باوجود عدت وفات میں عورت کو کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔

البتہ یہ اجازت بقدر ضرورت ہے؛ چنانچہ اگر کسی عورت کے لئے نفقہ کا نظم ہو جائے، تو پھر اس کے حق میں اس کی اجازت نہیں ہوگی:

'' والحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل

(۱) فتح القدير :۴/ ۳۵۸،باب النفقة ، فصل في السكنى

المعيشة ، فيتقدر بقدره ، فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها ' (۱)

''حاصل یہ ہے کہ عورت کے لئے نکلنے کے جائز ہونے کا مدار کسب معاش کو انجام دینا ہے؛ لہٰذا اسی قدر نکلنے کی اس کو اجازت ہوگی، جب اس کی یہ ضرورت پوری ہو جائے تو اس کے لئے گھر سے باہر وقت گزارنا جائز نہیں ہوگا''

اس سے معلوم ہوا کہ جن فقہاء کے نزدیک مطلقۂ بائنہ کا نفقۂ عدت واجب نہیں ہوتا، ان کے نزدیک ایسی مطلقہ عورت بھی کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے؛ چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازی نقل کرتے ہیں:

" عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ : أنه كان يقول في المطلقة ثلاثا والمتوفي عنها زوجها : لا نفقة لهما وتعتدّان حيث شائتا " (۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں جس کو تین طلاق ہو چکی ہے، یا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہیں اور وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہیں''

بلکہ حنفیہ کے ہاں عدت طلاق میں بھی اگر خلع کی صورت ہو، جس میں عورت نے نفقۂ عدت معاف کر دیا ہو؛ لیکن وہ نفقہ کی محتاج ہو، تب بھی اس کے لئے کسبِ معاش کی غرض سے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورتیں شوہر کے ظلم سے نجات پانے

---

(۱) رد المحتار :۵/۲۲۵،فصل فی الحداد

(۲) أحكام القرآن للجصاص :۳/۶۱۶،باب السكنى للمطلقة

کے لئے نفقۂ عدت وغیرہ معاف کردیتی ہیں؛ حالاں کہ وہ ضرورت مند ہوتی ہیں؛ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

" والحق أن على المفتى أن ينظر فى خصوص الوقائع فإن علم فى واقعة عجز هذا المختلعة عن المعيشة إن لم تخرج أفتاها بالحل ، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة " (۱)

"حق یہ ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ وہ واقعات کی خصوصی نوعیت کو دیکھے، اگر کسی واقعہ میں اندازہ ہوجائے کہ یہ خلع حاصل کرنے والی عورت اگر گھر سے باہر نہ نکلے تو معاشی ضرورت پوری نہیں کرسکتی تو اس کے حق میں گھر سے باہر نکلنے کے جائز ہونے کا فتوی دے، اوراگر اندازہ ہو کہ وہ اس پر قادر ہے تو پھر اس کے ممنوع ہونے کا فتوی دے"

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ عورت کے لئے ایک ضرورت تو اس کے اپنے اخراجات ہیں دوسرے: بعض اوقات دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ بھی اس سے متعلق ہوجاتا ہے، جیسے باپ نفقہ نہ دیتا ہو، یا نفقہ ادا کرنے کے لائق نہ ہو، تو عورت پر اولاد کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے:

" ولو لهم أم موسرة أمرت أن تنفق عليهم فيكون دينا فترجع به على الأب إذا أيسر " (۲)

"اگر بچوں کی ماں ہو جو خوشحال ہو تو اُسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان پر خرچ کرے اور وہ جو کچھ خرچ کرے گی وہ اس کا دین ہوگا، جو وہ

---

(۱) رد المحتار :۵/۲۲۳، فصل في الحداد

(۲) رد المحتار :۵/۳۴۲

بچوں کے باپ سے اس کے خوشحال ہونے کے بعد وصول کرے گی''

بلکہ حنابلہ کے نزدیک تو عورت کو مرد کے خوشحالی ہونے کے بعد اس کی واپسی کے مطالبہ کا حق بھی حاصل نہ ہوگا:

'' فإن أعسر الأب وجبت النفقة على الأم ولم ترجع بها عليه إن أيسر '' (۱)

'' اگر باپ غریب ہو تو بچوں کا نفقہ ماں کے اوپر ہوگی؛ بشرطیکہ ماں خوشحال ہو، اور باپ سے اس کے خوشحال ہونے کے بعد بھی وصول نہیں کرے گی''

بعض دفعہ اپنے نادار والدین کا نفقہ بھی بیٹی پر واجب ہوتا ہے:

'' إذا كان للفقير والد وابن ابن موسرين ، فالنفقة على الوالد ؛ لأنه أقرب ، وإذا كانت له بنت وابن ابن موسر ، فالنفقة على البنت خاصة ، ... وكذا إذا كان للفقير بنت ومولى عتاقة وهما موسران ، فالنفقة على البنت ... ، وكذلك المعسرة إذا كانت لها بنت وأخت لأب وأم ، فالنفقة على ابنتها ... فإن كان للصغير أم وجد فالنفقة على الأم قدر ميراثهما أثلاثا بخلاف الأب في ظاهر الرواية'' (۲)

'' اگر کسی محتاج آدمی کے والد بھی ہوں اور پوتے بھی ہوں اور دونوں خوشحال ہوں تو والد پر نفقہ واجب ہوگا؛ اس لئے کہ وہ زیادہ

---

(۱) المغنی :۱۱/۳۷۳

(۲) المحيط البرهاني :۴/۲۵۲ - ۲۵۳

قریبی رشتہ دار ہے اور اگر اس کی بیٹی بھی ہو اور پوتا بھی اور دونوں خوشحال ہوں تو صرف بیٹی پر نفقہ واجب ہوگا...اور اگر محتاج شخص کی بیٹی بھی ہو اور آزاد کیا ہوا غلام بھی اور دونوں خوشحال ہوں تو بیٹی پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی ، اسی طرح کسی تنگدست عورت کی بیٹی بھی ہو اور ماں باپ شریک بہن بھی تو بیٹی کے ذمہ نفقہ ہوگا...اور اگر کسی نابالغ کی ماں اور دادا ہوں تو ماں اور دادا پر ان کے حصۂ میراث کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا''

اسی طرح بعض دفعہ بھائی کا نفقہ بہن پر واجب ہوتا ہے اور اگر حقیقی اور ماں شریک و باپ شریک بہنیں ہوں تو ہر ایک پر ان کے حق میراث کے حساب سے نفقہ واجب ہوگا:

'' ونفقة الأخ المعسر على الأخوات المتفرقات أخماسا على قدر الميراث '' (۱)

غرض کہ کسبِ معاش بعض دفعہ عورت کے لئے حالات کے لحاظ سے ضرورت بن جاتا ہے، ایسی صورت میں اگر والد یا شوہر اجازت نہیں دے، تب بھی پردہ کی رعایت کے ساتھ اس کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہوگی۔

(د) اگر عورت کسبِ معاش پر مجبور نہ ہو اور شوہر اس کی اور بچوں کی ضروریات معروف طریقہ پر پوری کرتا ہو، تو اب عورت کا کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا نکاح سے پہلے والد اور نکاح کے بعد شوہر کی اجازت پر موقوف ہوگا اور ان کی اجازت کے بغیر ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنا، —— گو پردہ کی رعایت کے ساتھ ہو —— جائز نہیں ہوگا۔

(۱) الهدايه مع الفتح :۳۸۱/۴